مولانا ابوالکلام آزاد کے

یادگار افسانے

معاشرے میں حقائق کی بکھری ہوئی کرچیوں کو آزاد نے اپنے خونِ جگر سے گل فشاں کیا ہے

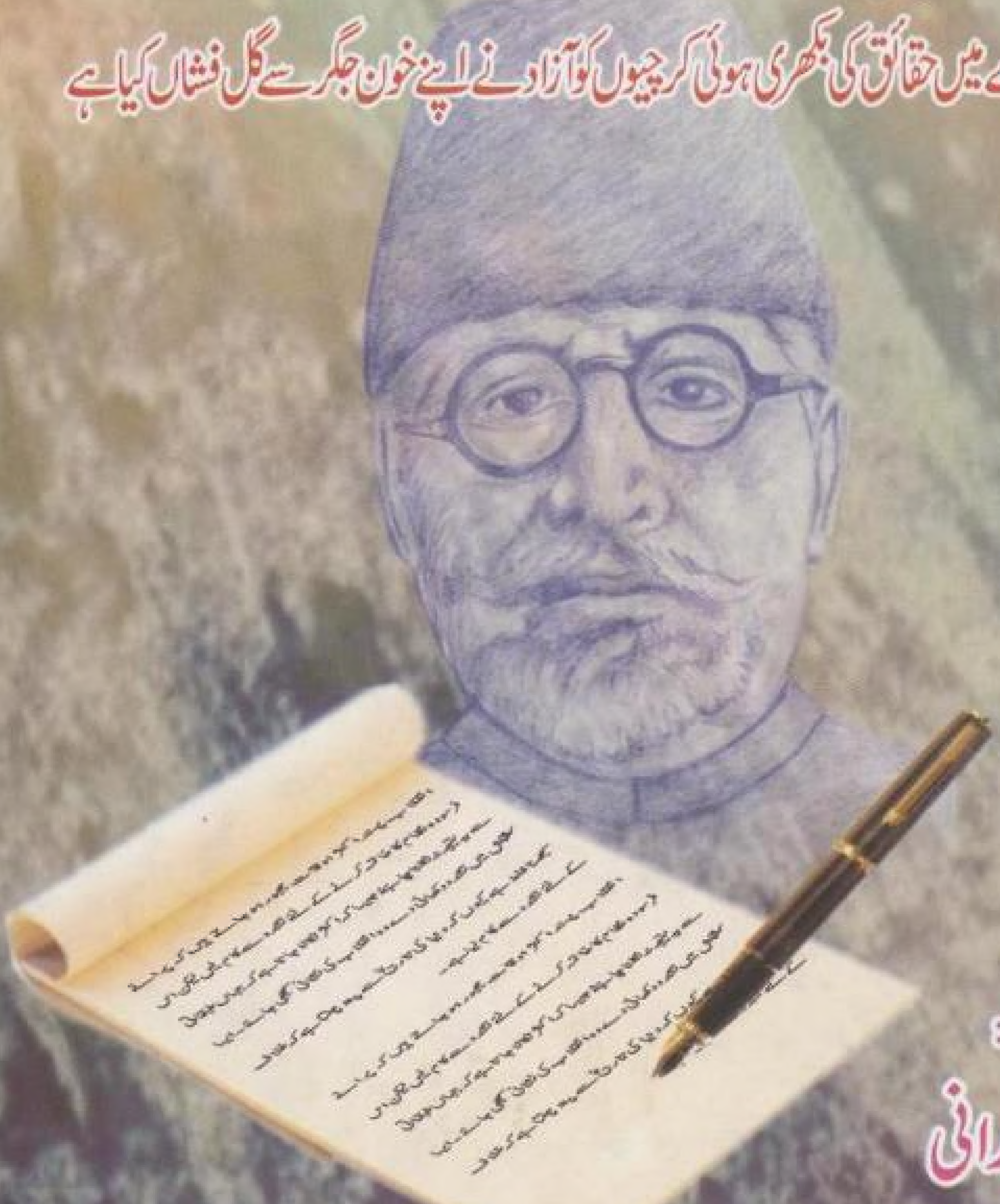

مرتب:
عطش دُرانی

غضب ناک محبوبہ

پو پھٹ رہی تھی ۔ آتش فشاں ویزو ویس کی چوٹی' سیاہ بادل میں چھپی تھی۔ اس کے دامن شہر نابلی تک پھیلے ہوئے تھے۔ قرب و جوار کے گاؤں بھی اندھیرے میں تھے۔ سمندر خاموش اور صاف تھا۔ خلیج سورنتو کے کناروں پر ماہی گیر اور ان کی عورتیں اپنے روز مرہ کے کام شروع کر چکی تھیں ۔ کوئی ہاتھ بھی خالی نہ تھا۔ بوڑھے اور بچے تک محنت کر رہے تھے۔

''ریشل !'' ایک بڑھیا نے اپنی پوتی سے کہا '' لے ! پادری الفریڈ آ گیا۔ انتوینو اسے اپنی کشتی میں جزیرۂ کاپری لے جائے گا۔ مگر ملاح کی آنکھیں نیند کے خمار سے اب تک بھاری ہو رہی ہیں''

سب لوگ' پادری کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے ۔ اس کا چہرہ نورانی تھا۔ دائیں بائیں' سر کے اشارے سے مسکراتے ہوئے' سب کا سلام قبول کیا اور اپنے کپڑے احتیاط سے سمیٹ کر کشتی میں بیٹھ گیا۔

''ہمارا پادری' جزیرے میں کیوں جا رہا ہے !'' چھوٹی لڑکی نے اپنی دادی سے سوال کیا۔

''کیا وہاں کوئی پادری نہیں ہے ؟''

''تم ٹھیک کہتی ہو'' دادی نے اپنا پوپلا منہ ہلا کر کہا '' جزیرے میں بہت سے پادری ہیں ۔ وہاں کے سے خوبصورت کینسے دنیا بھر میں کہیں موجود نہیں۔ لیکن وہاں ایک امیر عورت بیمار ہے ۔ ایک زمانے میں وہ یہاں رہتی تھی۔ اس وقت بھی بیمار ہوئی تھی اور ہمارے اسی پادری کی دعا سے اچھی ہوئی تھی۔ اس خوشی میں اس نے پادری کو' اس کے کینسے کو' اور یہاں کے فقیروں کو بہت کچھ دیا تھا۔ اب پھر اس نے پادری کو بلایا ہے تا کہ دنیا چھوڑنے سے پہلے اس مقدس آدمی کے

سامنے اعتراف گناہ کر لے ۔ سچ یہ ہے کہ ہمارے پادری جیسا اچھا اس وقت کوئی پادری بھی نہیں ہے''

یہ کہہ کر بڑھیا نے ایک مرتبہ پھر پادری کو سلام کیا' کیونکہ اس کی کشتی اب روانہ ہونے کو تھی۔

''موسم کیسا ہے؟'' پادری نے نابلی کی طرف نظر اٹھا کر انٹوینو ملاح سے کہا۔

''باپ! ابھی سورج نہیں نکلا'' ملاح نے جواب دیا'' یہ تمام بادل سورج نکلتے ہی چھنٹ جائے گا''

'' تو جلدی کرو ۔ دھوپ سے پہلے ہم نکل جائیں'' پادری نے کہا ۔

نوجوان انٹوینو نے ڈانڈ اٹھائی ۔ مگر وہ اچانک رک گیا ۔ کنارے کی سڑک غور سے دیکھنے لگا۔ سڑک پر کوئی آدمی تیزی سے بڑھا چلا آتا تھااور ہاتھ ہلا کر اشارے کر رہا تھا۔

یہ دراصل ایک لڑکی تھی۔ اس کی بغل میں ایک گٹھڑی دبی تھی۔ معمولی لباس پہنے تھی۔ ظاہری وضع' فقرو غربت کا پتہ دیتی تھی۔ اس کے کالے بالوں کی لٹیں ہوا میں اڑ رہی تھیں۔انٹوینو نے اسے پہچان لیا۔

''انتظار کیا ہے؟''پادری نے سوال کیا۔

'' ایک اور شخص بھی جزیرے میں جانا چاہتا ہے ۔ بشرطیکہ آپ اجازت دیں'' ملاح نے بمنت کہا'' ذرا بھی دیر نہ ہو گی وہ ایک لڑکی ہے ۔ ابھی پورے ۱۸ برس کی بھی نہیں ہے''

اب لڑکی سامنے تھی۔

''موریلا!'' پادری نے کہا'' اسے جزیرے میں کیا کام ہے؟''

انٹوینو نے جواب میں اپنے شانے ہلا دیئے۔ لڑکی برابر تیزی سے بڑھی چلی آتی تھی اس کی نظریں کشتی پر لگی تھیں۔

''اخاہ! غصہ در پری! سلام!!''بعض ماہی گیر اور ملاح چلاتے۔

دوشیزہ نے حقارت کے ساتھ انہیں دیکھا ۔ کسی کو کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی

تیوری پر بل پڑے تھے۔ غصہ سے منہ تمتا رہا تھا۔ اگر وہاں پادری موجود نہ ہوتا، تو ملاح اسے ضرور چھیڑتے۔

''صبح بخیر! موریلا!'' پادری نے کہا'''کیسی ہو! ہمارے ساتھ جزیرے چلتی ہو؟''

''اگر مقدس باپ کی اجازت ہو'' موریلا نے ادب سے جواب دیا۔

''انٹوینو سے اجازت لو'' پادری نے کہا'' کشتی اسی کی ہے۔ ہر آدمی اپنا مالک ہے اور خدا سب آدمیوں کا مالک ہے''

'' یہ میرے پاس چار پیسے موجود ہیں۔ اگر کرایہ کو کافی ہوں'' موریلا نے انٹوینو کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''تمہاری ضرورت مجھ سے زیادہ ہے'' انٹوینو نے جواب دیا اور نارنگی کی ٹوکریاں ہٹا کر جگہ نکالنے لگا۔ نوجوان ملاح، جزیرے میں نارنگی لے جا کر بیچا کرتا تھا کیونکہ صرف کشتی کے کرایہ سے کافی آمدنی نہیں ہوتی تھی۔

''لیکن میں مفت نہیں جاؤں گی'' موریلا نے خفگی سے کہا۔ اب اس کے چہرے اور سیاہ آنکھوں میں غصہ کی حدت نمایاں تھی۔

''بیٹی چلی آ'' پادری نے دوشیزہ سے شفقت کے لہجہ میں کہا'' انٹوینو اچھا لڑکا ہے۔ وہ تیرے تھوڑے سے پیسے لینا نہیں چاہتا (پادری نے لڑکی کی طرف سہارا دینے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا) دیکھ اس نے تیرے لئے اپنی چادر بچھا دی ہے۔ سب جوان ایک ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک لڑکی کے لئے اتنا کرتے ہیں جتنا اپنے دس پادریوں کے لئے بھی نہیں کرتے۔ حالانکہ ہمیں'' مقدس باپ'' بھی کہتے ہیں ...... نہیں نہیں! انٹوینو! معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں تم سے ناخوش نہیں ہوا۔ خدا کی مشیت یہی ہے کہ ہر کوئی اپنے ہم جنس کی طرف جھکے''

اب موریلا کشتی میں اتر چکی تھی۔ وہ پادری کے قریب بیٹھ گئی۔ لیکن انٹوینو کی چادر دور ہٹا کے۔ انٹوینو اس حرکت پر کچھ بڑبڑایا اور کشتی روانہ ہوئی۔

''اس گٹھڑی میں کیا ہے؟'' پادری نے دوشیزہ سے پوچھا۔

اب سورج نمودار ہو رہا تھا اس کی روپہلی کرنیں ان مسافروں پر پڑ رہی تھیں۔

"ریشم، زربفت اور روئی" لڑکی نے جواب دیا "ریشم اور زربفت جزیرے میں بک جائے گا۔ روئی میں کھالوں گی"

"مجھے یاد پڑتا ہے تم نے کپڑا بننا بھی سیکھا تھا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"ہاں! لیکن میری ماں کی بیماری مجھے گھر سے نکلنے نہیں دیتی کہ اس ہنر کی اچھی طرح مشق کروں۔ خود میرے پاس اتنا روپیہ نہیں کہ گھر میں بننے کا سامان جمع کروں" لڑکی نے حسرت سے جواب دیا۔

"اب اس کا کیا حال ہے؟" پادری نے گہری ہمدردی سے کہا" آہ! بیچاری نے بڑی تکلیف اٹھائی۔ پچھلی دفعہ جب میں نے دیکھا تھا تو ذرا اچھی تھی"

"یہ موسم ہمیشہ اسے تکلیف دیتا ہے" لڑکی نے نا امیدی کے لہجہ میں جواب دیا۔

"دعا کر بیٹی! دعا کر" پادری نے زور دے کر کہا "کبھی نماز سے غافل نہ ہو دعا سے باز نہ آ۔ شاید خدا سن لے۔ نیک بن نیک! تا کہ تیری دعائیں قبول ہوں"

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لحہ کی خاموشی کے بعد پادری نے پھر کہا "موریلا! میں نے ابھی سنا کہ ملاح تجھے "غضب ناک" کے لقب سے پکار رہے تھے۔ یہ کیوں! یہ لقب تو مسیحی دوشیزہ کے لئے کچھ اچھا لقب نہیں۔ تجھے حلیم اور خوش مزاج ہونا چاہیے"

دوشیزہ کے کندنی چہرے پر غصے کے آثار ظاہر ہوئے۔اس کی آنکھیں تیزی سے چمکنے لگیں۔

"وہ اسی طرح مجھے چڑاتے ہیں" لڑکی نے خفگی سے کہا" وہ مجھے روز چھیڑتے ہیں۔ کیونکہ میں اور لڑکیوں کی طرح گاتی۔ ناچتی اور ان سے ہنسی مذاق نہیں کرتی ہوں وہ میرے پیچھے کیوں پڑے ہیں؟ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟"

"سچ ہے" پادری نے سنجیدہ ہو کر کہا" لیکن تمہیں بہرحال مہذب ہونا چاہیے

لوگوں کو ناچنے گانے دو' ورنہ زندگی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ میٹھی زبان میں بہت بھلائی ہے"

دوشیزہ نے اپنی لمبی کالی پلکیں جھکا دیں۔ گویا اپنی آنکھوں کا راز ظاہر نہیں ہونے دینا چاہتی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ اب دور افق میں سورج طلوع ہو چکا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیاں چمک اٹھیں۔ سورنتو کی خلیج کے چھوٹے چھوٹے سفید مکان نارنگی کے باغوں میں صاف نظر آ رہے تھے۔ صرف ویزو ویس کے کنارے کنارے بدلی کے چند ٹکڑے ہل رہے تھے۔

"موریلا!" پادری نے پھر گفتگو شروع کی "نو بول مصور کی بھی کچھ خبر ہے؟"
موریلا نے اپنے نازک مونڈھے ہلا کر انکار کیا۔

"تمہاری تصویر اتارنا چاہتا تھا' تم نے انکار کیوں کیا؟" پادری نے پھر سوال کیا۔

"میری تصویر کیوں؟" دوشیزہ نے جھنجھلا کر جواب دیا۔ "کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت عورتیں موجود نہیں؟ کون جانتا ہے۔ میری تصویر لے کر کیا کرتا؟ شاید جادو کر دیتا۔ مجھے تکلیف دیتا۔ قتل کر ڈالتا۔ میری ماں یہی کہتی تھی۔"

"ہش" پادری نے خلوص سے کہا "فضول نہ بکو۔ کیا تم خدا کی امان میں نہیں ہو؟ کیا خدا کے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی ہل سکتا ہے؟ کوئی انسان بھی تیرا رواں میلا نہیں کر سکتا پھر وہ تو تجھ پر عاشق تھا۔ ورنہ شادی کی درخواست کیوں کرتا؟"

لڑکی نے کوئی جواب نہ دیا۔

"تم نے شادی کیوں نامنظور کی؟" نیک دل پادری نے سوال کیا۔ "لوگ کہتے ہیں شریف و معقول آدمی تھا۔ تیری اور تیری ماں کی خبر گیری کرتا۔ ریشم بیچنے سے کہیں زیادہ تم فائدے میں رہتیں"

"ہم بالکل فقیر ہیں" لڑکی نے بڑے تاثر سے جواب دیا "میری ماں مدت سے بیمار ہے۔ ہم اس پر بوجھ ہوتے۔ پھر میں عزت دار خاتون بننے کے لائق نہیں ہوں۔ اپنے دوستوں کے سامنے وہ مجھے دیکھ کر ضرور شرمندہ ہوتا"

''کیا کہتی ہو؟'' پادری نے خیر خواہی سے کہا '' میں کہتا ہوں' وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ شاید تمہارے ساتھ سورنتو ہی میں رہ جاتا ۔ ایسا شوہر ملنا مشکل ہے''

'' میں شوہر نہیں چاہتی'' موریلا نے بہت آہستہ سے مگر یقین کے لہجہ میں کہا میں کبھی شادی نہیں کروں گی''

'' کیا رہبانیت اختیار کرنے کا ارادہ ہے؟'' پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

دوشیزہ نے سر کے اشارے سے انکار کیا۔

''لوگ ٹھیک کہتے ہیں کہ تو ضدی ہے'' پادری نے جوش سے کہا '' تیری ہٹ بہت سخت ہے' ایک لمحہ کے لئے سوچ' تیری یہ ضد کتنی خطرناک ہے؟ یہ تیری مصیبت میں اضافہ کرنے والی ہے ۔ تیری ماں کی بدنصیبی بڑھانے والی ہے ۔ کیا تیرے پاس کوئی ایک وجہ بھی ہے کہ ایسے شریف آدمی کو رد کر دیتی ہے؟ جواب دے''

''میرے پاس وجہ ہے'' موریلا نے دبی زبان سے کہا '' مگر میں بیان نہیں کروں گی''

''بیان نہیں کروں گی!'' پادری نے خفا ہو کر اس کا جملہ دہرایا '' مجھ سے بیان نہیں کرو گی؟ میں جو تیرا پادری ہوں تو خوب جانتی ہے ۔ تیرا خیر خواہ ہوں ۔ کیا یہ صحیح نہیں؟''

موریلا نے سر ہلا کر اقرار کیا۔

'' تو اپنا راز مجھ پر ظاہر کر'' پادری نے شفقت سے کہا۔''اگر وجہ ٹھیک ہو گی تو میں سب سے پہلے تائید کروں گا۔ تم ابھی بہت کم عمر ہو۔ اس دنیا سے بالکل بے خبر ہو۔ ایک زمانہ آئے گا جب یہ زریں موقع کھو دینے پر افسوس کرو گی۔ معلوم ہوتا ہے خدا نے رحم کھا کر اس شخص کو تمہارے گھر پر بھیجا تھا''

موریلا نے شرمائی ہوئی نظریں اٹھائیں اور کشتی کے سرے پر دیکھنے لگی' جہاں انتوینو کی نگاہیں دور افق پر جمی تھیں اور اپنے خیالات میں غرق تھا۔ پادری نے دوشیزہ کو بغور دیکھا۔ اپنا کان اس کے قریب کر دیا'' آپ میرے باپ کو نہیں

جانتے" لڑکی نے نہایت اداسی سے پادری کے کان میں کہا۔

"تیرا باپ؟" پادری چلا اٹھا" کیوں نہیں ؟ تو ابھی دس برس کی بھی نہ تھی کہ خدا نے اسے بلا لیا۔ آسمان کی بادشاہت میں اسے جگہ ملے۔ اپنی اس ضد میں اس کا ذکر کیوں کرتی ہے؟"

"آپ نہیں جانتے" لڑکی نے زور دے کر کہا" آپ کو نہیں معلوم میری ماں کی تمام بیماری کا وہی اکیلا سبب ہے"

"کیونکر؟" پادری نے تعجب سے سوال کیا۔

"اپنی بے رحمی سے" موریلا نے فوراً جواب دیا۔" آخری وقت تک میری ماں کو مارتا رہا۔ مجھے وہ راتیں اب تک یاد ہیں۔ وہ ایک عجیب جنون کی حالت میں گھر آتا تھا۔ میری ماں ایک لفظ بھی نہیں کہتی تھی۔ مگر وہ مارنا شروع کر دیتا تھا۔ آہ! میرا دل اب بھی رنجیدہ ہوتا ہے ۔ میں اپنا منہ دونوں ہاتھوں سے چھپا لیتی تھی اور پڑ رہتی تھی۔ لیکن اندر ہی اندر روتی رہتی۔ وہ میری ماں کو مارتے مارتے آخر تھک جاتا۔ غریب بے ہوش ہو کر گر پڑتی تھی۔ وہ اسے دیر تک غور سے دیکھتا۔ پھر نہیں معلوم اس کے دل میں کیا خیال پیدا ہوتا کہ دوڑ کر اسے اٹھاتا اور سینے سے لگا کر پیار کرنے لگتا۔ اتنے زور سے دابتا تھا کہ اس کے منہ سے چیخ نکل جاتی تھی۔ لیکن اس تمام ظلم پر بھی میری ماں خفا نہیں ہوتی۔ بلکہ مجھے بھی منع کرتی رہتی تھی کہ کسی سے اس کا ذکر نہ کروں۔ میری ماں کو اس سے بلا کی محبت تھی۔ اس سختی پر بھی وہ اسی کا کلمہ پڑھتی رہتی۔ جب سے وہ مرا ہے' یہ بھی بیمار ہو گئی ہے۔ اسے غم کھائے جاتا ہے ۔ اگر مر گئی۔ خدانخواستہ تو میں جانتی ہوں اس کا قاتل کون ہے"۔

پادری سناٹے میں پڑ گیا۔ تعجب سے سر ہلانے لگا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا' اس عجیب لڑکی کو کیسے قائل کرے۔

"اپنے باپ کو معاف کر دو" بالآخر پادری نے کہا۔" اسی طرح معاف کر دو جس طرح تمہاری ماں نے معاف کر دیا ہے ۔ پرانی باتوں کی تکلیف دہ یاد دور

کردو۔ مستقبل میں تمہارے اچھے دن آئیں گے اور تمام مصیبتیں بھلا دیں گے“

”نہیں، نہیں!“ موریلا نے جوش سے کہا ”میں کبھی نہیں بھول سکتی، یہی وجہ ہے کہ میں نے عمر بھر کنواری رہنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ ہرگز کسی مرد کی کنیز نہیں بنوں گی۔ یہ مرد پہلے مارتے ہیں، پھر پیار کرتے ہیں۔ لیکن میرے ساتھ کوئی یہ حرکت نہیں کر سکتا۔ مجھ سے جو مرد بھی محبت کی درخواست کرے گا، اس کا منہ توڑ دوں گی۔ لیکن میری ماں بالکل بے بس تھی۔ وہ نہ مار کا مقابلہ کر سکتی تھی، نہ پیار کا۔ وہ اس سے محبت کرتی تھی۔ میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی“

”تم بالکل بچہ ہو“ پادری نے مسکرا کر کہا۔ ”دنیا کو کچھ بھی نہیں جانتی، اسی لئے بچوں کی سی باتیں کرتی ہو۔ کیا سب مرد تمہارے باپ ہی کی طرح ہیں؟ کیا تم نے کبھی کوئی اچھا آدمی نہیں دیکھا؟ کیا دنیا میں ایسی خوش نصیب بیبیاں نہیں ہیں، جو اپنے شوہروں کے ساتھ عیش و آرام سے رہتی ہیں“

”کچھ ہو“ موریلا نے زور دے کر کہا ”میرے ماں باپ کا حال کوئی نہیں جانتا میری ماں مر جانا پسند کرتی تھی۔ مگر اس کی شکایت پسند نہیں کرتی تھی۔ یہ صرف محبت کی وجہ ہے۔ اگر محبت یہی ہے اگر محبت زبان گونگی کر ڈالتی ہے۔ اگر محبت ایسی سخت مصیبت لاتی ہے تو میں ہرگز کسی مرد سے محبت نہیں کروں گی“

”میں نے کہہ دیا، تم ایک بچے سے کچھ زیادہ نہیں“ پادری نے کہا ”تم بے معنی باتیں کرتی ہو۔ جب وقت آ جائے گا، تمہاری رائے اور پسند نہیں پوچھی جائے گی۔ محبت کی زنجیر میں اپنی مرضی کے خلاف بھی جکڑ دی جاؤ گی“

موریلا خاموش رہی۔

”کیا تمہارے خیال میں یہ مصور بھی سنگ دل تھا؟“ پادری نے پھر سوال کیا۔

”اس کی نظریں بالکل ویسی ہی تھیں۔ جیسی میرے باپ کی ہو جایا کرتی تھیں جب وہ میری ماں کی خوشامد کرتا تھا۔ میں وہ نظریں خوب پہچانتی ہوں۔ ایک مرد اس طرح کی نظروں سے دیکھتا بھی ہے اور پھر عین اسی وقت اپنی بے خطا بیوی کو

مار کر ادھ موا بھی کر سکتا ہے مجھے ایسی نظروں سے بڑا ہی ڈر لگتا ہے''
موریلا اب بالکل چپ ہو گئی۔ پادری نے بھی اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے ذہن میں اب بہت سی معقول دلیلیں آ گئی تھیں۔ مگر وہ چپ ہی رہا۔ کیونکہ نوجوان ملاح کا چہرہ یہ گفتگو سن کر غصہ سے لال ہو رہا تھا۔

دو گھنٹے کے سفر کے بعد کشتی جزیرے کے گھاٹ پر پہنچ گئی۔ انٹونیو نے پادری کو گود میں اٹھا لیا اور گھٹنوں گھٹنوں پانی میں چل کر اسے خشکی پر اتار دیا۔ لیکن موریلا نے اس کا انتظار نہیں کیا۔ اس نے ایک ہاتھ میں اپنی کھڑاؤں لی۔ دوسرے میں بغچی دبائی اور گھٹنوں تک کپڑے اٹھا کر ساحل پر پہنچ گئی۔

''میں یہاں کچھ مدت ٹھہروں گا'' پادری انٹونیو سے کہہ رہا تھا۔ ''انتظار کی ضرورت نہیں شاید میں کل سے پہلے لوٹ نہ سکوں گا۔ موریلا! (دوشیزہ کی طرف مخاطب ہو کر) گھر لوٹ کر اپنی ماں کو سلام کہہ دینا۔ اسی ہفتہ میں ملاقات کو آؤں گا۔ کیا رات سے پہلے واپس جاؤ گی؟''

''اگر ممکن ہوا'' لڑکی نے اپنے کپڑے ٹھیک کرتے ہوئے مختصر جواب دیا۔

اب انٹونیو بولا۔

''لیکن مجھے لوٹنا ضرور ہے'' اس نے مضطرب آواز سے کہا ''تاہم میں شام تک انتظار کروں گا۔ اگر آپ نہ آئے...... میرے لئے برابر ہے''

''موریلا!'' پادری نے کہا ''تم ضرور واپس جانا۔ رات بھر ماں کو اکیلا چھوڑنا مناسب نہیں''

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ آگے بڑھی۔ پادری کا ہاتھ چوما اور اس طرح سلام کیا کہ ملاح بھی اس کا مخاطب تھا۔ لیکن انٹونیو نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ ٹوپی اٹھا کر صرف پادری کو تعظیم دی۔ دونوں دو مختلف راستوں پر روانہ ہو گئے۔ انٹونیو تھوڑی دیر تک پادری کو دیکھتا رہا۔ پھر موریلا پر نظر جما دی' جو دھوپ سے بچنے کے لئے آنکھوں پر ہاتھ رکھے چلی جا رہی تھی۔ راستہ کے موڑ پر پہنچ کر موریلا ٹھہری اور بلندی پر سے گھوم کر پیچھے دیکھنے لگی اس کے سامنے

خاموش سمندر نیلگوں فرش بچھائے پھیلا ہوا تھا ۔ صبح کے سورج کی دلفریب شعاعیں اس کی سطح پر لوٹ رہی تھیں۔ آسمان صاف شفاف تھا واقعی منظر شاعرانہ اور جذبات انگیز تھا۔ لیکن...... قسمت کا کرشمہ دیکھو۔موریلا کی نظریں اٹھتے ہی انتونیو کی چمکیلی نظروں سے جا لڑیں۔ دونوں گھبرا سے گئے ۔ بیک وقت دونوں میں ایک ایسی جنبش ہوئی۔ گویا انہوں نے کوئی غلطی کی ہے اور اسے چھپانا چاہتے ہیں۔

موریلا تیزی سے مڑی اور نظروں سے اوجھل ہوگئی۔

انٹونیو کو ماہی گیروں کے شراب خانے میں بیٹھے کئی گھنٹے ہوئے' وہ از حد مشغول معلوم ہوتا تھا۔بار بار اٹھتا تھا اور تمام راستوں پر نظر ڈال کر لوٹ آتا تھا۔ موسم میں تبدیلی شروع ہوگئی۔ وہ خیال کرنے لگا۔ اگر رات سے پہلے موسم بدل گیا تو ''وہ'' جلدی پر مجبور ہو گی۔

''تمہارے یہاں سیاح بہت آتے ہیں ؟'' شراب خانے کی مالکہ نے اس سے سوال کیا۔

''اس سال فصل بہت خراب تھی۔اب آنا شروع ہوگئے ہیں'' انٹونیو نے جواب دیا۔

''اب کے موسم بہار بھی دیر میں آئے گا'' شراب خانے کی مالکہ نے کہا ''تمہارے یہاں کی آمدنی اس جزیرے سے زیادہ ہے ؟''

''پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی' اگر یہ کشتی میرے پاس نہ ہوتی '' انٹونیو نے خشکی سے جواب دیا ''لیکن میرا چچا' نارنگی کے کئی باغوں کا مالک ہے' وہ کہا کرتا ہے' جب تک میں زندہ ہوں' تجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ مرتے وقت بھی تجھے نہیں بھولوں گا......''

''اس مالدار چچا کے اولاد بھی ہے؟'' عورت نے سوال کیا۔

''نہیں'' انٹونیو نے کہا'' اس نے شادی ہی نہیں کی ۔ دوسرے ملکوں میں رہ کر بہت دولت جمع کر لی۔ وہ عنقریب ایک شکار خانہ بنانے والا ہے ۔ اس کا

انتظام میرے ہی ہاتھ میں دے گا"

"انٹونیو! تم بڑے جوانمرد ہو" عورت نے خوشامد سے کہا۔

"زندگی سب کے لئے کٹھن ہے" نوجوان ملاح نے شانے ہلا کر کہا اور باہر نکل کر پھر تمام راستے اور آسمان دیکھنے لگا۔ حالانکہ خوب جانتا تھا۔ موسم معلوم کرنے کے لئے ہر طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

"میں ایک اور بوتل لاتی ہوں" شراب فروش عورت نے کہا "تمہارا چچا تو دام ادا کر ہی دے گا"

"نہیں" انٹونیو نے انکار کیا "پہلی ہی بوتل نے سر چکرا دیا ہے"

وہ یہ کہنے ہی پایا تھا کہ کسی کی چاپ سنائی دی۔ نوجوان ملاح فوراً پہچان گیا۔ پاؤں کی اسی آواز کے لئے وہ دن بھر ہمہ تن گوش بنا رہا تھا۔ موریلا سامنے کھڑی تھی۔

انٹونیو تیزی سے کھڑا ہو گیا۔

"مجھے فوراً جانا ہے" اس نے شراب خانے کی مالکہ سے کہا۔

چشم زدن میں وہ اپنی کشتی پر تھا۔ موریلا بدستور کھڑی تھی۔ کچھ متردد سی تھی۔ بالآخر اس نے بھی شراب فروش عورت کو سلام کیا اور گھاٹ پر پہنچ گئی وہ اب بھی چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ شاید کسی اور مسافر کو ساتھ لینے کا خیال کر رہی تھی۔ لیکن کوئی نظر نہ آیا۔ سمندر ٹھنڈا تھا۔ ماہی گیر سو رہے تھے یا اپنے جال درست کرنے میں ایسے مصروف تھے کہ کسی نے توجہ نہ دی۔

انٹونیو ایک لمحہ چپ کھڑا رہا۔ اس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ آخر وہ کشتی سے کنارے آیا۔ اور کچھ کہے بغیر موریلا کو اس طرح گود میں اٹھا لیا، گویا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔

موریلا، کشتی کے بالکل آخر میں جا کر بیٹھی۔ اس نے اپنا سر اس قدر جھکا لیا کہ صرف آدھا چہرہ دکھائی دیتا تھا۔ اس کے بال ہوا میں اڑ رہے تھے اور چشم و ابرو کو چھپا لیتے تھے۔ خوبصورت ناک کھڑی دکھائی دیتی تھی۔

وہ غیظ و غضب سے لبریز تھی۔

سمندر میں کچھ دور جانے کے بعد ڈوبتے ہوئے سورج کی تپش اسے محسوس ہوئی۔ اس نے گٹھڑی کھولی اور رومال نکال کر سر پر باندھ لیا۔ پھر روٹی کھانے لگی۔ کیونکہ صبح سے بالکل بھوکی تھی۔

اب تک دونوں بالکل خاموش تھے۔ انٹوینو نے موریلا کو روکھی روٹی کھاتے دیکھ کر ٹوکری سے دو نارنگیاں نکال کر بڑھا دیں۔

"موریلا!" ملاح نے لڑکھڑاتی آواز میں کہا "روٹی اس کے ساتھ کھاؤ یہ نہ سمجھنا میں نے یہ نارنگیاں تمہارے لئے بچا کر رکھی تھیں۔ یہ ٹوکری سے گر گئی تھیں لوٹنے پر نظر آئیں"

انٹوینو اس وقت جھوٹ بول رہا تھا۔

"تم ہی کھاؤ" لڑکی نے غصے سے کہا" میرے لئے روٹی کافی ہے" "اس گرمی میں نارنگی اچھی ہوتی ہے۔ تم بہت چل کر آئی ہو" انٹوینو نے کہا۔

"میں پانی پی چکی ہوں" غصہ وار لڑکی نے خشکی سے جواب دیا" خیر!" ملاح نے کہا اور پھر خاموشی چھا گئی۔

اس وقت سمندر بالکل خاموش اور آئینہ کی طرح شفاف تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا۔ حتیٰ کہ ساحل پر اڑنے والی چڑیاں بھی اس پرجلال منظر کے سامنے ساکت تھیں۔ صرف کشتی سے موجوں کے ٹکرانے کی آواز سنائی دیتی تھی۔

"تم اپنی ماں کے لئے نارنگیاں لے جا سکتی ہو" انٹوینو نے آنکھیں نیچی کر کے کہا۔

"گھر میں نارنگیاں رکھی ہیں" لڑکی نے پھر خفگی سے جواب دیا" جب ختم ہو جائیں گی تو میں اور خرید سکتی ہوں"

"ٹھیک ہے" ملاح نے شرمندہ ہو کر کہا "لیکن یہ نارنگیاں میری طرف سے اپنی ماں کو دینا میرا سلام کہہ دینا۔

"وہ تمہیں نہیں جانتی" موریلا نے جھنجھلا کر کہا۔

''تم میرا تعارف کرا دینا'' انٹونیو نے پھر کہا۔

''میں بھی تمہیں نہیں جانتی'' لڑکی کا صاف جواب تھا۔

یہ پہلا موقعہ نہ تھا کہ موریلا نے ملاح سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک اتوار کو موریلا کا عاشق (مصور) جب گاؤں میں آیا اور پہلی مرتبہ اس لڑکی کو دیکھا 'تو مبہوت ہو کر اس کے حسن و جمال کا نظارہ کرنے لگا۔ عین اسی وقت انٹونیو اپنے دوستوں کے ساتھ فٹ بال کھیل رہا تھا۔ مصور اپنے خیالات میں محو تھا کہ انٹونیو نے جان بوجھ کر گیند ایسا مارا کہ غریب کے سر پر زور سے لگا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس مظلوم سے لڑنے کے لئے بھی آمادہ ہو گیا۔

کئی ہفتے بعد موریلا نے شادی کی درخواست نامنظور کر دی تو مصور نے چلتے وقت کہا۔

''میں جانتا ہوں' اس نوجوان کی وجہ سے تم مجھے سوکھا جواب دے رہی ہو'' مگر موریلا نے اس وقت بھی یہی کہا۔

''ہرگز نہیں' میں اسے پہچانتی تک نہیں''

حالانکہ وہ گیند کے واقعہ سے واقف ہو چکی تھی اور انٹونیو کو پوری طرح جانتی تھی۔ آج اس وقت دونوں کشتی میں ہیں ...... تنہا ہیں ...... اس طرح بیٹھے ہیں گویا حریف ہیں ۔ حالانکہ دونوں کے دل بری طرح دھڑک رہے ہیں۔

انٹونیو' وہ ہمیشہ کا ہنس مکھ نوجوان' اس وقت' فرط تاثر سے سرخ ہو رہا ہے۔ بڑی ہی قوت سے کشتی چلا رہا تھا۔ پانی کے قطرے اڑ کر موریلا پر گرتے تھے۔ ساتھ ہی کچھ غصے میں بڑبڑا بھی رہا تھا۔

موریلا اس طرح بیٹھی تھی۔ گویا اسے دیکھ ہی نہیں رہی ہے۔ بڑی ہی بے پروائی سے کشتی کا کنارہ دیکھ رہی تھی اور ہاتھ نیچا کئے پانی سے کھیلتی جاتی تھی۔ پھر اس نے اپنے سر کا رومال کھول ڈالا۔ ایک ہاتھ سے بال درست کرنے اور دوسرے سے رخسار پانی سے تر کرنے لگی۔ وہ اس انداز سے بیٹھی تھی' گویا کوئی دوسرا وہاں ہے ہی نہیں ہے۔

کشتی کھلے سمندر میں پہنچی ۔جزیرہ نظر سے اوجھل ہو گیا۔ سورنتو کا کنارہ بھی دور ہے۔ قرب و جوار میں کوئی اور کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی۔

انتونیو نے چاروں طرف دیکھا۔ اس کے تیور ایسے ہو گئے۔ گویا عزم مصمم کر چکا ہے۔ اس کے رخسار کی سرخی غائب ہو گئی۔ زردی چھا گئی۔ اس نے اچانک ڈانڈ سے ہاتھ اٹھالئے۔

موریلا نے اسے دیکھا۔بغیر کسی خوف' مگر ہوشیاری سے۔

''اب فیصلہ ہو جانا چاہیے'' انتونیو یکا یک چلایا۔''یہ کھیل بہت ہو چکا۔تعجب ہے۔ میں اب تک زندہ کیسے ہوں؟ تم کہتی ہو مجھے نہیں جانتی۔ حالانکہ اس تمام زمانے میں مجھے دیکھتی رہی ہو کہ پاگلوں کی طرح تمہارے پیچھے پھرتا ہوں۔ میرا دل پھٹا جاتا ہے۔ اپنا دکھ کہنا چاہتا ہوں' مگر تم حقارت سے ہمیشہ بے پروائی دکھاتی ہو۔ گویا میں کوئی ہستی ہی نہیں رکھتا''

''کیا؟''

پیشانی پر بل ڈال کر کہا'' مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ ہاں میں دیکھتی تھی' تم مجھ سے تعارف چاہتے ہو۔ لیکن میں بلا سبب لوگوں کی چہ میگوئیوں کا نشانہ بننا نہیں چاہتی۔ خصوصاً جبکہ میں تمہیں اپنا شوہر بنانا نہیں چاہتی......نہ تمہیں نہ کسی اور انسان کو۔

''نہ کسی اور انسان کو ؟'' انتونیو نے دانت پیس کر کہا''تم ہر گز یہ نہیں کہہ سکتیں' صرف اسی وقت کہہ رہی ہو' کیونکہ اس مصور سے شادی پسند نہیں کی لیکن تم نا سمجھ ہو۔ آج نہیں تو مستقبل میں تمہیں شادی کرنی ہی پڑے گی۔ مصور نہ سہی کسی اور کو شوہر بناؤ گی''

''کون جانتا ہے ؟''

موریلا نے سنجیدگی سے کہا۔

''مستقبل کوکوئی نہیں جان سکتا۔ ممکن ہے۔ میں اپنا خیال بدل دوں۔ لیکن تمہیں اس کی فکر کیوں ہے؟''

''مجھے فکر کیا ہے؟''

انٹونیو چلایا۔ بیچ کشتی میں کھڑا ہوگیا...... کشتی دائیں بائیں جھکنے لگی۔

''مجھے فکر کیوں ہے؟'' یہ تم کہتی ہو؟ خوب جانتی ہو! قسم کھا کر کہتا ہوں' جس شخص کو بھی مجھ پر ترجیح دو گی۔ اس کی جان میرے ہاتھ سے جائے گی۔ میں برداشت نہیں کر سکتا۔

''برداشت نہیں کرسکتا!!''

''کیا؟'' موریلا نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔ ''کیا میں تم سے کوئی وعدہ کر چکی ہوں؟ اگر تم پاگل ہو جاؤ تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تمہیں مجھ پر کیا حق حاصل ہے؟''

''آہ! حق! ملاح نے جوش سے چلانا چاہا۔ مگر اسے رونا آ گیا۔ آواز رک گئی '' بے شک' میرا یہ حق کہیں لکھا ہوا نہیں ہے۔ کسی حاکم نے مانا نہیں ہے۔ کسی وکیل نے ثابت نہیں کیا ہے۔ کسی انسان نے جانا بھی نہیں ہے۔ لیکن میں محسوس کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ تم پر میں حق رکھتا ہوں۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح آسمان (جنت) میں میرا حق ہے' اگر میں مسیحیت پر مر جاؤں۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ میں تمہیں کسی دوسرے شخص کے ساتھ گرجے میں جاتے دیکھوں گا اور خاموش رہوں گا؟ کیا میں برداشت کرسکتا ہوں کہ گاؤں کی لڑکیاں شانے ہلا کر میرا مذاق اڑائیں؟''

''جو جی چاہے کرو!'' لڑکی نے سکون سے جواب دیا۔ ''میں تمہاری دھمکیوں سے ڈر نہیں سکتی۔ میں آزاد ہوں' جو میرے جی میں آئے گا۔ کروں گی''

انٹونیو غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔ اس کا تمام بدن کانپنے لگا۔

''پھر کبھی نہ کہنا'' ملاح چلایا'' میں وہ نہیں ہوں کہ تیرے جیسی ایک لڑکی میری زندگی برباد کر ڈالے۔ تو اس وقت میرے بس میں ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے میرا حکم ماننا ہو گا!''

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن اس کی آنکھیں غصہ سے لال ہو گئیں۔

اس نے ملاح کو جرأت سے دیکھا۔
''ہمت ہو تو مار ڈالو!'' اس نے پورے سکون سے کہا۔
''جو کہتا ہوں' وہی کرتا ہوں'' انٹونیو نے زور سے کہا' مگر اس کی آواز بھرا گئی۔ ''یہاں سمندر کی تہہ میں ہم دونوں کی جگہ ہے۔ معزز خاتون! میں اس سے باز نہیں رہ سکتا''

اس نے یہ لفظ بڑی حسرت و تکلیف سے کہے۔ اس کا چہرہ بالکل دیوانوں کا سا ہو گیا تھا۔

''لیکن!'' اس نے پھر کہا'' ہمیں ساتھ ہی چلنا چاہیے۔ ابھی چلنا چاہئے۔ فوراً چلنا چاہئے'' یہ کہہ کر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور موریلا کو اٹھا لینا چاہا۔ مگر فوراً ہی اسی تیزی سے اپنا داہنا ہاتھ تھامے پیچھے ہٹ گیا۔ اس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ موریلا نے اسے پوری قوت سے کاٹ کھایا تھا۔

''ہا ہا'' موریلا قہقہہ مار کر ہنسی'' مجھے تیرا حکم ماننا پڑے گا؟'' وہ جوش سے چلائی'' میں تیری لونڈی ہوں؟''

یہ کہہ کر وہ خود سمندر میں پھاند پڑی۔ ملاح کی نظروں سے غائب ہو گئی۔ پھر نمودار ہوئی۔ اس کے کپڑے جسم سے چمٹ گئے تھے۔ بال کھل گئے تھے۔ بڑی لیاقت و مہارت سے تیر رہی تھی۔ اس نے کوئی لفظ نہیں کہا۔ کشتی سے دور ہونے لگی۔ ساحل کی طرف جانے لگی۔ انٹونیو' لڑکی کے غرق ہونے کے خوف سے سناٹے میں آ گیا۔ وہ بت بنا کھڑا تھا۔ اس کے دماغ میں کوئی خیال باقی نہیں رہا تھا۔ آسمان پر نظر جمائے اس طرح کھڑا تھا' گویا کسی معجزے کا انتظار کر رہا ہے۔

آخر کار اس کے حواس درست ہوئے۔ اس نے ڈانڈ اٹھائی اور پوری قوت سے کشتی' لڑکی کی طرف لے چلا۔ اس کی آنکھیں لڑکی پر جمی تھیں۔ اسے بالکل خیال نہ رہا کہ اس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ بہ رہا تھا۔

موریلا بڑی تیزی سے تیرتی چلی جاتی تھی۔ مگر کشتی اس کے قریب پہنچ ہی گئی۔
''خدا کے لئے کشتی پر آ جاؤ'' انٹونیو چلایا۔ ''میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ خدا جانے

میری عقل پر کیسے پتھر پڑ گئے تھے۔ گویا مجھ پر بجلی گر گئی تھی۔ میرے سینے میں آگ کا تنور جل اٹھا تھا۔ موریلا! میں معافی تک کی درخواست نہیں کرسکتا۔ میں معافی کا بھی مستحق نہیں ہوں۔ بس میری التجا صرف اتنی ہے کہ کشتی پر چلی آؤ۔ ہلاک مت ہو!''

موریلا برابر تیرتی رہی۔ گویا اس نے سنا ہی نہیں۔

''ساحل تک پہنچنا محال ہے'' انٹونیو نے پھر کہا ''ابھی پورے دو میل باقی ہیں۔ اپنی بیمار ماں کا خیال کرو۔ اس کا کیا حال ہو جائے گا؟ اگر تمہیں کوئی نقصان پہنچا تو میں بھی جان دے دوں گا''

موریلا نے سامنے نگاہ کر کے فاصلہ دیکھا۔ پھر بغیر کوئی جواب دیئے کشتی کی طرف آنے لگی۔ کشتی کا کنارہ پکڑ لیا اور اوپر چڑھنے لگی۔ انٹونیو' سہارا دینے کے لئے اٹھا۔ کشتی ایک طرف جھک پڑی۔ ملاح کی چادر کنارے رکھی تھی۔ پانی میں گر پڑی۔لڑکی نے سہارا لینے سے انکار کیا۔ پھرتی سے اوپر آ گئی اور اپنی پہلی جگہ پر خاموش جا بیٹھی۔

یکایک موریلا کی نظر کشتی کی زمین پر پڑی۔ وہ خون سے رنگین تھی۔ اس نے معاً انٹونیو کے ہاتھ کی طرف نظر اٹھائی۔ ہاتھ سخت زخمی تھا۔ مگر وہ پوری قوت سے کام کر رہا تھا۔

''یہ لو!'' موریلا نے کہا اور اپنے رومال کی طرف اشارہ کیا۔ انٹونیو نے موریلا کو دیکھے بغیر سر کے اشارے سے انکار کر دیا' اور کشتی چلاتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد موریلا اپنی جگہ سے اٹھی۔ آگے بڑھی۔ ملاح کے سامنے بیٹھ گئی اور اپنے رومال سے اس کا ہاتھ باندھنے لگی۔ انٹونیو نے بہت بہت انکار کیا۔ مگر دوشیزہ نے اس کے زخمی ہاتھ سے ڈانڈ لے لی اور خود چلانے لگی۔ وہ ملاح کو نہیں دیکھتی تھی۔ لیکن ڈانڈ پر اس کے ہاتھ سے خون کے جو قطرے لگ گئے تھے' ان پر نظریں گڑ گئی تھیں۔

دونوں چپ تھے۔ چہرے اترے ہوئے تھے۔ جب ساحل کے قریب پہنچے تو

ماہی گیر صاحب سلامت کرنے لگے۔ بعض بعض نے آنکھوں ہی آنکھوں میں باہمدگر اشارات بھی کیئے۔ لیکن وہ دونوں خاموش رہے۔ ان میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔

سورج ابھی تک باقی تھا۔ کنارا آ گیا۔ موریلا نے اپنے کپڑے درست کیئے اور اتر پڑی۔

صبح والی بڑھیا اپنی پوتی کے ساتھ وہیں بیٹھی چرخا کات رہی تھی۔

''انٹونیو!'' ملاح کو دیکھ کر چلائی۔'' تیرے ہاتھ میں کیا ہوا۔ خدا خیر کرے! تیری کشتی بھی خون سے رنگین ہے''

''کچھ نہیں'' انٹونیو نے افسردگی سے جواب دیا''کشتی میں ایک کیل نکل آئی تھی۔ اس سے زخم لگ گیا۔ صبح تک اچھا ہو جائے گا۔ یہی زیادہ خون تو میرے لئے مصیبت تھا۔ زخم کی راہ نکل گیا''

''یہاں آؤ! میں پٹی باندھ دوں'' نیک دل بڑھیا نے کہا'' ذرا ٹھہرو! میں ابھی کوئی جڑی بوٹی لاتی ہوں''

''شکریہ!'' انٹونیو نے کہا'' زحمت نہ کرو۔ زخم بھر گیا ہے۔ صبح تک بالکل ٹھیک ہو جائے گا۔ میری تندرستی اچھی ہے۔ معمولی تکلیف کا کوئی اثر نہیں ہوتا''

''خدا حافظ!'' موریلا نے کہا'جو اب تک کھڑی بڑھیا کی باتیں سن رہی تھی۔

''خدا حافظ'' انٹونیو نے اس کی طرف نظر اٹھائے بغیر جواب دیا۔

موریلا اپنے گھر روانہ ہو گئی۔ انٹونیو نے بھی بے دلی کے ساتھ اپنی ڈانڈ اور ٹوکریاں اٹھائیں اور جھونپڑے کی راہ لی۔

انٹونیو اپنے چھوٹے سے جھونپڑے میں اکیلا ہے۔ بہت پریشان ہے۔ کسی پہلو چین نہیں۔ اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ہوا ٹھنڈی تھی اور بے شیشہ کی کھڑکیوں سے اندر آ رہی تھی۔ تنہائی اس کے لئے ایک حد تک آرام دہ تھی۔ دیوار پر مقدس کنواری (مریم علیہ السلام) کی تصویر لٹک رہی تھی۔ وہ تصویر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ کنواری کے سر پر ستاروں کی آرائش دیکھی۔ لیکن نماز پڑھنے کو جی چاہا۔ وہ نماز کیوں

پڑھے! ابھی ابھی وہ اپنی زندگی کی تمام آرزوؤں سے محروم ہو چکا ہے۔

اس نے خیال کیا، آج دن ختم ہو گا۔ بے صبری سے رات کا انتظار کرنے لگا۔ تھکا ہوا تھا۔ خون بہہ جانے کی وجہ سے بھی طبیعت کمزور ہو رہی تھی۔ ہاتھ کے زخم کا درد بڑھنے لگا۔ وہ لکڑی کی ایک چھوٹی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ہاتھ کی پٹی کھولی تو پھر خون بہنے لگا۔ پورا ہاتھ ورم کر آیا تھا۔ بڑی محنت سے اس نے ہاتھ دھویا موریلا کے دانتوں کے نشان صاف نظر آتے تھے۔

''اس کی کیا خطا ہے؟'' اپنے آپ سے کہنے لگا۔ ''میں وحشی ہو گیا تھا۔ مجھے یہی سزا ملنی چاہئے تھی۔ کل بڑھیا کے ہاتھ اس کا رومال واپس کردوں گا اور اب کبھی اس کا سامنا نہ کروں گا؟''

زخم دوبارہ دھویا۔ دانتوں کی مدد سے پٹی باندھی۔ بچھونے پر دراز ہو گیا اور آنکھیں بند کرلیں۔

وہ سمجھ نہ سکا، سویا تھا یا رات بھر جاگتا رہا، لیکن اسے چاند کی دھندلی روشنی میں جب ہوش آیا تو ہاتھ میں سخت درد ہو رہا تھا۔

یکا یک دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

موریلا اس کے سامنے کھڑی تھی۔

وہ بغیر اجازت کے اندر چلی آئی۔ بالکل خاموش تھی۔ سر سے رومال کھولا۔ ہاتھ کی ٹوکری سامنے چھوٹے سے میز پر رکھ دی۔

''اپنا رومال لینے آئی ہو؟'' انٹونیو نے پوچھا ''ناحق تکلیف اٹھائی۔ میں خود کل صبح بھیج دینے والا تھا''

''رومال نہیں'' موریلا نے ہانپتے ہوئے جواب دیا ''میں دیر سے پہاڑی پر جڑی بوٹی ڈھونڈھ رہی تھی۔ لو! یہ لائی ہوں''

''تم نے بڑی تکلیف کی'' ملاح نے جوش مسرت کے احساس سے مضطرب ہو کر کہا۔

''افسوس، تم بہت پریشان ہوئیں۔ مجھے تو اب آرام ہے۔ لیکن اگر تکلیف

بھی ہو' تو اس کا مستحق ہوں۔ تم ایسے نا وقت کیوں آئیں؟ اگر کوئی دیکھ لے؟ تم لوگوں کی عادت جانتی ہو۔ انہیں ہر وقت کچھ نہ کچھ کہنا ہی چاہیے''

''میں کسی کی بھی بکواس کی پرواہ نہیں کرتی'' موریلا نے غضب اور ہمدردی کے ملے جلے لہجہ میں کہا ''میں تمہارا ہاتھ دیکھنے اور دوا لگانے آئی ہوں۔ تم اپنے بائیں ہاتھ سے دوائی نہیں لگا سکتے''

''میں دوا کا مستحق نہیں ہوں۔ سچ کہتا ہوں'' انٹوینو نے تاثر کے ساتھ کہا۔

''اچھا مجھے ہاتھ دیکھنے دو۔ اچھا ہو گا تو دوا نہ لگاؤں گی'' یہ کہہ کر موریلا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب انکار اس کی قدرت سے باہر تھا۔

پٹی کھولتے ہی دوشیزہ چلائی ''آہ! مسیح''

''نہیں معمولی سا ورم ہے۔ کل تک اتر جائیگا'' انٹوینو نے بے پروائی سے کہا۔

موریلا نے سر ہلایا ''تم ایک ہفتہ سے پہلے سمندر میں لوٹ نہیں سکتے''

''اونہ! ایک ہفتہ' دو ہفتے' دس ہفتے'' ملاح نے رنج سے کہا۔

موریلا اس کا زخم بڑی توجہ سے دھونے لگی۔ وہ چھوٹے بچے کی طرح کراہتا تھا۔ موریلا نے زخم پر دوا تھوپ دی۔ پٹی باندھ دی۔ درد میں کمی ہو گئی۔

''موریلا! شکریہ!'' انٹوینو نے آرام پا کر کہا ''اگر مجھ پر ایک اور احسان کرنا چاہو' تو وہ یہ ہے کہ میرا دن والا قصور معاف کر دو۔ میری سب باتیں بھول جاؤ۔ نہیں معلوم ایسا کیوں ہوا۔ ہرگز نہیں' تمہاری کوئی خطا نہیں تھی اب میری زبان سے کبھی کوئی ناگوار بات نہیں سنو گی......''

''نہیں نہیں' مجھے معافی مانگنی چاہیے'' موریلا نے جلدی سے کہا۔

''مجھے ایسا برتاؤ نہ کرنا تھا۔ تمہیں غصہ دلا کر میں نے سخت غلطی کی اور یہ زخم......''

موریلا' انٹوینو کے ہاتھ کی طرف اشارہ کر کے چپ ہو گئی۔

''تم نے کچھ نہیں کیا'' انٹوینو نے کہا ''تم نے صرف اپنا بچاؤ کیا تھا۔ یہی کرنا چاہیے تھا۔ میری دیوانگی کے مقابلے میں اسی کی ضرورت تھی۔ تمہاری ذرا

بھی خطا نہیں ہے۔ ہر گز معافی کا ذکر نہ کرو۔ تم نے تو مجھ پر بڑا ہی احسان کیا ہے میں تمہارا دل سے شکر گزار ہوں۔ اچھا' اپنا رومال لیتی جاؤ''

انٹونیو نے رومال آگے بڑھایا۔ لیکن موریلا خاموش تھی۔ اس کے اندر خیالات میں سخت تصادم تھا۔

''میری غلطی سے تمہاری چادر بھی چلی گئی۔ نارنگی کی تمام قیمت بھی اسی میں بندھی تھی۔ مجھے بہت دیر بعد اس کا خیال آیا۔ میں اس وقت اس کی تلافی نہیں کر سکتی ...... ہمارے گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اگر ہے تو میری ماں کا ہے۔ لیکن یہ چاندی کی صلیب میری ہے۔ مصور جاتے وقت چھوڑ گیا تھا۔ میں نے آج تک اسے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ صندوق میں بھی نہیں رکھا تھا۔ اگر اسے بیچو گے تو کچھ نہ کچھ وصول ہو جائے گا۔ میری ماں کا یہی خیال ہے ...... نقصان کا تھوڑا سا بدلہ ہو جائے گا۔ باقی میں اپنی ماں کے سو جانے کے بعد روز رات کو سوت کات کر ادا کر دوں گی''

''نہیں نہیں' میں ہر گز نہیں لوں گا'' یہ کہہ کر انٹونیو نے چمکیلی صلیب لوٹا دی۔

''لے لو!'' موریلا نے کہا ''تم نہیں جانتے' تمہارا ہاتھ کتنے دن کام نہیں کر سکے گا۔ یہ صلیب رکھی ہے''

''مجھے تکلیف نہ دو'' انٹونیو نے نقاہت سے کہا۔

''میں کہتی ہوں لے لو'' موریلا نے اصرار سے کہا۔

''سمندر میں پھینک دو'' انٹونیو جھنجھلا گیا۔

''میں ہدیہ پیش نہیں کر رہی ہوں۔ اپنا کچھ بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہوں'' موریلا نے پھر کہا۔

''تم پر میرا کوئی قرضہ نہیں ہے'' انٹونیو نے جوش سے کہا ''اگر تم میرا کچھ اپنے ذمہ سمجھتی ہو تو میری ایک درخواست منظور کر لو۔ تم پورے بار سے ہلکی ہو جاؤ گی۔ میری درخواست یہ ہے کہ جب میں کہیں دکھائی دوں تو میری طرف نظر نہ اٹھانا' تا کہ مجھے اس دیوانگی پر ہمیشہ ندامت ہوا کرے۔

''خدا حافظ! جاؤ یہ ہماری آخری باتیں ہیں''

موریلا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے اس نے اپنا رومال اٹھا کر ٹوکری میں ڈالا۔ صلیب بھی اس میں گرادی ۔ پھر ٹوکری کا ڈھکنا بند کیا۔ انٹوینو نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آنسو اس کے نازک رخساروں پر بہ رہے تھے۔

''الٰہی!'' انٹوینو چلایا۔''موریلا! کیا ہوا؟ کچھ بیمار ہو گئیں؟ یہ سر سے پاؤں تک کانپتی کیوں ہو؟''

''کچھ نہیں ۔ مجھے گھر لوٹنا چاہیئے''

یہ کہہ کر موریلا لڑکھڑاتے پاؤں ۔سے دروازے کی طرف لپکی۔ مگر باہر نہیں گئی۔ دیوار پر سر رکھ کر رونے لگی۔ دیر سے بھری ہوئی تھی۔ اب بے قابو ہو گئی۔ انٹوینو نے اس کی سسکیاں سنیں۔ مگر قبل اس کے کہ وہ اٹھ کر پاس پہنچے۔ وہ خود دوڑ کر آئی اور اس پر گر پڑی۔

''اب میں برداشت نہیں کر سکتی'' اس نے آنسوؤں کے ساتھ ملاح کو زور سے پکڑ کر کہا۔ ''میں برداشت نہیں کر سکتی! میں تمہیں چھوڑ کر جا نہیں سکتی۔ آہ! تم مجھ سے اتنی محبت کے ساتھ بولتے ہو! مجھے مارو۔ میری جان لے لو۔ مجھے لعنت ملامت کرو۔ لیکن مجھے اپنے سے دور نہ کرو......''

روتی ہوئی لڑکی کو انٹوینو نے فوراً اٹھالیا۔ وہ بھی چپ تھا ۔ مگر آنسو اس کی آنکھوں سے بھی جاری تھے۔

انٹوینو نے لمبی سانس لے کر کہا'' خدایا یہ میں کیا سنتا ہوں؟ اگر میرا خوان زخم سے بہہ گیا ہے تو میرا دل اس طرح کیوں دھڑک رہا ہے؟ کیوں سینے سے نکلا پڑتا ہے؟ موریلا! اگر یہ تم صرف تسلی دینے کے لئے کہتی ہو'تو اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن کیا تم پر میرا کوئی حق نہیں ہے؟ کیا میں نے تمہارے پیچھے بہت دکھ نہیں سہا ہے؟''

''ہرگز نہیں!''موریلا نے مضبوط آواز میں کہا''کوئی حق نہیں! کیونکہ میں بھی تم سے محبت کرتی ہوں! اب مجھے کہنے دو۔ میں تم سے اسی محبت کے ڈر سے

بھاگا کرتی تھی۔ لیکن اب نہیں بھاگوں گی"

موریلا گھر کے باہر تاریکی میں غائب ہو گئی۔ انٹونیو کھڑکی کے سامنے مبہوت بیٹھا تھا۔ خاموش سمندر اس کے آگے پھیلا تھا۔ افق میں ہر طرف تاریکی اور خاموشی تھی۔ جھلملاتے تارے آسمان پر سے منہ نکالے دیکھ رہے تھے۔

اعتراف کی کرسی پر پادری بیٹھا مسکرا رہا ہے۔ موریلا ابھی ایک بہت لمبا اعتراف کر کے رخصت ہوئی ہے۔

"کون خیال کر سکتا تھا؟ پادری نے اپنے آپ سے کہا "واقعی کون خیال کر سکتا تھا کہ خدا اس گمراہ دل کو ہدایت بخشے گا؟ ہماری نظریں بہت کوتاہ ہیں۔ آسمان کے راز دیکھ نہیں سکتیں۔ خدا موریلا کو انٹونیو کو' دونوں کی اولاد کو برکت دے۔

کیا یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ عورت کے دل کے سمجھنے کے لئے اس دنیا میں ہمارا کوئی قانون اور قاعدہ بھی کام نہیں دے سکتا۔ وہ جب بہت زیادہ غضب ناک ہوتی ہے تو بہت زیادہ محبت کرتی ہے اور جب بہت ملتفت ہوتی ہے تو فوراً محبت سے دست بردار ہو جاتی ہے۔

تاہم ایک قاعدہ ضرور ہماری رہنمائی کر سکتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایثار اور خود فروشی کے مقابلہ میں کبھی غصہ کی نفرت اور خود داری کی بے پروائی قائم نہیں رہ سکتی۔ سخت سے سخت جنگ آزما روح بھی ایثار اور خود فروشی کے مقابلے میں سپر ڈال دے گی اور ہار مان لے گی۔

☆☆☆..................☆☆☆

پال ہیس جرمنی کا مشہور افسانہ نگار اور شاعر تھا۔ اس کے افسانوں میں LARRABIATA بہت مشہور ہے۔ مولانا آزاد نے اس کا ترجمہ غضب ناک محبوبہ کے عنوان سے ہفت روزہ "الہلال" کے دو شماروں ۷ اور ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں قسطوار شائع کیا تھا۔ اس میں مولانا کی انشاء پردازی کا ثبوت جا بجا ملتا ہے۔

(مرتب)